قانون اتمام حجت اور قانون جہاد
ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر: ڈاکٹر حافظ حسین ازہر

ریاست: ایک مذہبی بیانیہ'' کے شائع ہونے کے بعد مذہبی اور غیرمذہبی حلقوں میں اسلام میں نظام ریاست' سیاست' قانون جہاد اور نفاذ شریعت کے حوالے سے ایک فکری مکالمے کا آغاز ہوگیا اور اس بارے بیشتر اخبارات اور مجلات میں بیسیوں مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ ہمارے اس مضمون میں محترم غامدی صاحب کے ایک خاص تصور ''قانون اتمام حجت'' اور ''قانون جہاد'' کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا جو ان کے ''اسلام اور ریاست'' کے باہمی تعلق کی بابت پیش کردہ بیانیے کا فکری پس منظر بھی ہے۔

قانون ''اتمام حجت''

محترم غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ جب کوئی قوم کسی رسول کی دعوت پر ایمان نہیں لاتی تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور وہ صفحہ ہستی سے مٹادی جاتی ہے اور یہ سنت الہی ہے یعنی ہمیشہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ وہ ''اتمام حجت'' کا قانون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ سے متعلق معلوم ہے کہ آپ نبوت کے ساتھ رسالت کے منصب پر بھی فائز تھے۔ اللہ تعالی جن لوگوں کو خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے وحی والہام کے ذریعے سے ان کی رہنمائی کرتے ہیں' انھیں نبی کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسالت ایک خاص منصب ہے جو نبیوں میں سے چند ہی کو حاصل ہوا ہے۔ قرآن میں اس کی تفصیلات کے مطابق رسول اپنے مخاطبین کے لیے خدا کی عدالت بن کر آتا ہے اور ان کا فیصلہ کرکے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ رسولوں کی دعوت میں یہ فیصلہ انذار' انذار عام' اتمام حجت اور ہجرت وبراءت کے مراحل سے گزر کر اس طرح صادر ہوتا ہے کہ آسمان کی عدالت زمین پر قائم ہوجاتی ہے' خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا ہے اور رسول کے مخاطبین کے لیے

☆ بیع من یزید: بولی کی بیع (یعنی جو زیادہ قیمت لگائے گا) اسی کو شے فروخت کی جائے گی ☆

ایک قیامت صغری برپا کردی جاتی ہے۔ا۔

قانون ''اتمام حجت'' اور'' قانون جہاد'' کا باہمی تعلق

محترم غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ رسول کی رسالت کا انکار کرنے والی اقوام پر جو عذاب نازل ہوتا ہے اس کے نزول کی دو صورتیں ہیں: یا تو عذاب کسی زمینی اور آسمانی آفت کی صورت میں نازل ہوتا ہے یا پھر رسول کے متبعین ہی کو بذریعہ جہاد منکرین پر غلبہ دے دیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''پہلی صورت میں رسول کے قوم کو چھوڑ دینے کے بعد یہ ذلت اس طرح مسلط کی جاتی ہے کہ آسمان کی فوجیں نازل ہوتی ہیں۔ ساف وحاصب کا طوفان اٹھتا اور ابر وباد کے لشکر قوم پر اس طرح حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ رسول کے مخالفین میں سے کوئی بھی زمین پر باقی نہیں رہتا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح' قوم لوط' قوم صالح' قوم شعیب اور اس طرح کی بعض دوسری اقوام کے ساتھ یہی معلوم پیش آیا۔ اس سے مستثنی صرف بنی اسرائیل رہے' جن کے اصلا توحید ہی سے وابستہ ہونے کی وجہ سے سیدنا مسیح علیہ السلام کے ان کو چھوڑنے کے بعد ان کی ہلاکت کے بجائے ہمیشہ کے لیے مغلوبیت کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اس کے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قوم کو مزید کچھ مہلت مل جاتی ہے۔ رسول اس عرصے میں دار الہجرت کے مخاطبین پر اتمام حجت بھی کرتا ہے' اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی تربیت اور تطہیر وتزکیہ کے بعد انھیں اس معرکہ حق وباطل کے لیے منظم بھی کرتا ہے اور دار الہجرت میں اپنا اقتدار بھی اس قدر مستحکم کر لیتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ منکرین کے استیصال اور اہل حق کی سرفرازی کا یہ معرکہ سر کر سکے۔''۲۔

قوموں پر عذاب کے نزول کی جو دوسری صورت محترم غامدی صاحب نے بیان کی ہے' اس بیان سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا جہاد کوئی شرعی حکم نہ تھا بلکہ اس عذاب کا نزول تھا جو رسولوں کا انکار کرنے والی قوموں پر نازل ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ محض قتال نہ تھا' بلکہ اللہ تعالی کا عذاب تھا جو اتمام حجت کے بعد سنت الٰہی کے عین مطابق اور ایک فیصلہ خداوندی کی حیثیت سے پہلے عرب کے مشرکین اور یہود ونصاری پر اور اس کے بعد عرب سے باہر کی اقوام پر نازل کیا گیا۔''۳۔

محترم غامدی صاحب کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ خلفائے راشدین کے دور میں بھی اہل روم وفارس سے جو جہاد وقتال ہوا ہے وہ بھی کوئی شرعی حکم نہ تھا بلکہ ان قوموں پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا عذاب تھا۔ اور یہ قومیں اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ہی رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے اس عذاب کی مستحق ہو چکی تھیں۔ محترم غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم نے تمہید میں لکھا ہے کہ اس مقصد کے لیے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جو اقدامات کیے اور انھیں قتال کا جو حکم دیا گیا اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ تعالی کے قانون اتمام حجت سے ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ اس قانون کی تفصیل کی گئی ہے''۔ ۴۔

قانون ''اتمام حجت'' اور ''قانون جہاد'' کے باہمی تعلق کا نتیجہ:

غامدی صاحب ''اتمام حجت'' کے قانون کو اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور کے جہاد سے متعلق کرتے ہیں۔ اور ان کا کہنا یہ ہے کہ ''اتمام حجت'' کے قانون کے تحت غیر مسلم اقوام میں سے صرف انہی قوموں کو بذریعہ جہاد مفتوح اور مغلوب کرنے کا حق اہل اسلام کو حاصل تھا کہ جن تک رسول ﷺ کی دعوت ان کی زندگی میں پہنچ گئی تھی۔ لہذا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد جہاد کے ذریعے دنیا کی بقیہ قوموں کو مفتوح ومغلوب کرنے اور ان پر جزیہ عائد کرنے کی کوئی گنجائش دین اسلام میں کسی مسلم ریاست کے لیے بھی موجود نہیں رہی ہے۔ محترم غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''لہذا یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انھیں محکوم اور زیردست بنا کر رکھنے کا حق ان اقوام کے بعد اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے۔ قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔''۵۔ (گویا حضرات خلفاء راشدین خصوصاً حضرت عمر بن خطاب نے جو کچھ اس ضمن میں کیا وہ سب غلط تھا)

قانون ''اتمام حجت'' اور ''قانون جہاد'': ایک تجزیاتی مطالعہ

ذیل میں ہم محترم غامدی صاحب کے اس نکتہ نظر کا تجزیہ چند نکات کی روشنی میں پیش کریں گے:

۱۔ مشرکین عرب سے قتال کے حکم کی وجہ ''اتمام حجت'' یا ''نقض عہد''؟

اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو سورۃ توبہ کی شروع کی آیات میں مشرکین عرب سے جہاد وقتال

کا پرزور انداز میں حکم دیا گیا ہے۔ یہ آیات اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ ان میں مشرکین عرب سے قتال کا جو حکم دیا گیا تھا' وہ ایک سزا تھی۔ اور یہ ''نقض عہد'' اور ''طعن فی الدین'' کی سزا تھی نہ کہ کسی ''اتمام حجت'' کے قانون کا نفاذ' جبکہ ''اتمام حجت'' ایک ایسی اصطلاح ہے جو نہ لفظاً اور نہ ہی معناً قرآن مجید میں استعمال ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انھم لآایمان لھم لعلھم ینتھون}۶۔

''اور اگر وہ اپنے وعدوں کے بعد اپنے قول وقرار کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو ان کفر کے اماموں سے قتال کرو کہ ان کے کسی بھی قول وقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے' شاید کہ وہ باز آ جائیں۔''

اس آیت مبارکہ میں مشرکین عرب سے قتال کو واضح طور ''نقض عہد'' اور ''طعن فی الدین'' کی سزا قرار دیا گیا ہے اور دونوں بنیادی طور پر ''ظلم'' کی دو صورتیں ہیں' کیونکہ ''نقض عہد'' کے نتیجے میں مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنوخزاعہ پر قتل وغارت گری کا ظلم ہوا تھا۔ اسی سے اگلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہے:

{الاتقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرة}۷۔

''بھلا تم اس قوم سے قتال نہ کرو گے کہ جنہوں نے اپنے قول وقرار کو توڑ دیا ہے؟ اور جنہوں نے رسول ﷺ کو نکالنے کی جسارت کی اور یہ وہی ہیں جنہوں نے زیادتی کرنے میں پہل کی۔''

اس آیت مبارکہ میں بھی ''نقض عہد'' ''رسول کو نکالنے کی جسارت'' اور ''زیادتی کی ابتداء'' ظلم ہی کی تین صورتیں ہیں۔ پس ''نقض عہد'' ایک منصوص علت ہے۔ اور چونکہ مشرکین سے قتال ''نقض عہد'' کی سزا تھی لہٰذا **{فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم}**۸۔ صرف انہی قبائل پر جاری کی گئی جنہوں نے عہد توڑا تھا جبکہ جن بقیہ مشرک قبائل نے عہد کی پاسداری کی تھی' انہیں اس قتل کی سزا سے معاف رکھا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''**{الاالذین عھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم}**۹۔

''ان مشرکین کا اس حکم سے استثناء ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے اس میں کوئی خیانت نہ کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے معاہدے ان کی مدت تک پورے کرو۔''

مدت گزر جانے کے بعد ان مشرک قبائل کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو اہل کتاب کے ساتھ کیا گیا تھا۔انہیں تین آپشن دیے گئے کہ یا تو اسلام قبول کرلیں یا پھر جزیہ دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار رہیں۔ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب کوئی لشکر روانہ کرتے تھے تو یہ وصیت فرماتے:

اغزوباسم الله فی سبیل الله قاتلوامن کفربالله اغزوا ولاتغلواولاتغدرواولاتمثلواولاتقتلواولیداواذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال اوخلال فایتهن مااجابوک فاقبل منهم وکف عنهم ثم ادعهم الی الاسلام فان اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم ثم ادعهم الی التحول من دارهم الی دارالمهاجرین واخبرهم انهم ان فعلوا ذلک فلهم ماللمهاجرین وعلیهم ماعلی المهاجرین فان ابوا ان یتحولوامنهافاخبرهم انهم یکونون کاعراب المسلمین یجری علیهم حکم الله الذی یجری علی المؤمنین ولایکون لهم فی الغنیمة والفیء شیء الاان یجاهدوامع المسلمین فان هم ابوافسلهم الجزیة فان هم اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم فان هم ابوافاستعن بالله وقاتلهم ۱۰۔

''اللہ کے راستے میں اللہ کے نام سے جنگ کا آغاز کرنا۔جوبھی اللہ کا کفر کرتا ہو اس سے قتال کرنا۔اور لوٹ مارمت کرنا اور نہ ہی عہد شکنی کرنا۔اور کسی لاش کا مثلہ نہ کرنا اور نہ ہی کسی بچے کا قتل کرنا۔اور جب تمہارا کسی مشرک دشمن سے سامنا ہو تو انہیں تین چیزوں کی دعوت دینا اور ان میں سے وہ جس کو بھی قبول کرلیں تو تم بھی اسے ان سے قبول کرلینا اور ان سے جنگ سے رک جانا۔پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔پس اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم بھی اسے ان سے قبول کرلینا اور ان سے جنگ نہ کرنا۔پھر انہیں ہجرت کی دعوت دینا کہ وہ اپنے گھر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر منتقل ہوجائیں اور انہیں یہ بھی واضح کردینا کہ ہجرت کرنے کی صورت میں جو حقوق اور ذمہ داریاں مہاجرین کی ہیں وہ ان کی بھی ہوں گی۔پس اگر وہ ہجرت سے انکار کردیں تو انہیں یہ کہنا کہ ان کا معاملہ مسلمان بدوؤں کا ہوگا اور ان پر وہ تمام احکامات لاگو ہوں گے جو اہل ایمان پر لاگو ہوتے ہیں۔اور ان کے لیے مال غنیمت اور مال فے میں صرف اسی صورت حصہ ہوگا جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں گے۔پس اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ طلب کرنا۔پس اگر وہ جزیہ

دے دیں تو ان سے وہ قبول کرلینا اور جنگ سے رک جانا۔پس اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ کی مدد طلب کرنا اور ان سے قتال کرنا۔"

پس "معاہد مشرکین" ایک قسم ہیں اور "غیر معاہد مشرکین" دوسری قسم ہیں۔سورہ توبہ میں دونوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے لیکن فرق یہ روا رکھا گیا ہے کہ "معاہد مشرکین" میں سے جو "نقض عہد" کے مرتکب ہوئے انہیں سزا کے طور جزیہ کا آپشن نہیں دیا گیا جبکہ دیگر مشرکین کہ جنہوں نے معاہدہ نہیں توڑا یا جن سے معاہدہ ہی نہ تھا اور انہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم بھی نہ کیا تھا تو انہیں اسی طرح جزیہ کا آپشن دیا گیا جس طرح اہل کتاب کو دیا گیا تھا۔ارشاد باری تعالی ہے:

{قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولایحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صغرون }۱۱۔

"تم قتال کروان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کو حرام نہیں ٹھہراتے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا ہو۔اور ان اہل کتاب سے بھی قتال کرو جو دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔یہاں تک یہ لوگ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ چھوٹے بن کر رہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں دو اقسام کا بیان ہے: پہلی قسم ان مشرکین کی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اسے حرام قرار نہیں دیتے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو جیسا کہ سورۃ یونس (۵۹)، سورۃ النحل (۱۱۶) اور سورۃ الانعام (۱۳۶۔۱۴۰) وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں۔ اور دوسری قسم ان اہل کتاب کی ہے جو دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔اللہ کے رسول ﷺ کا عام مشرکین عرب سے جزیہ قبول کرنے کا جو حکم صحیح مسلم کی روایت کے حوالے سے ہم نے اوپر نقل کیا ہے، وہ دراصل اسی آیت مبارکہ کا بیان ہے۔اس آیت مبارکہ کے معنی ومفہوم پر مزید گفتگو خلاصہ بحث میں کی گئی ہے۔

محترم عمار خان ناصر صاحب کی رائے ہے کہ سورۃ توبہ کی آیات میں وارد قتال کے حکم کے لیے "نقض عہد" کو علت بنانے میں کچھ اشکالات ہیں۔ہمارا کہنا یہ ہے کہ سورۃ توبہ کی ان آیات میں "نقض عہد" حکم قتال کی منصوص علت ہے جبکہ "اتمام حجت" قیاسی ہے۔لہذا منصوص علت کے مقابلے میں قیاسی علت کو کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ قیاسی علت، علت بننے کی شرائط پر بھی پوری نہیں اتر رہی ہے۔"اتمام حجت" ایک ایسی علت ہے جو انضباط کے وصف سے خالی ہے۔کس نے

عہدتوڑا ہے؟ یہ ایک منضبط وصف ہے جبکہ کس پر اتمام حجت ہوئی ہے؟ یہ ایک غیر منضبط وصف ہے ۔مشرکین کے حق میں ''اتمام حجت'' کے وصف کے غیر منضبط ہونے کی دلیل یہ آیت مبارکہ بھی ہے:

{وان احدمن المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ ط ذلک بانھم قوم لایعلمون} ۱۲؎

جہاں تک منصوص علت ''نقض عہد'' پر اشکالات کی بات ہے تو محترم عمار خان ناصر صاحب نے ایک اشکال یہ وارد کیا ہے کہ {برآء ۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عھدتم من المشرکین} ۱۳؎ میں ''معاہد مشرکین'' سے خطاب ہے جبکہ آیت {واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو خیرلکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم} ۱۴؎ میں جزیرہ نما عرب کے تمام مشرکین سے خطاب ہے۔اوران دو آیات میں دو الگ حکم بیان ہوئے ہیں۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ ان دو آیات میں دو الگ حکم بیان ہوئے ہیں۔ان دونوں آیات میں ایک ہی حکم بیان ہوا ہے اوروہ ''مشرکین سے براءت'' کا حکم ہے۔یہ حکم پہلی آیت میں ''براءۃ من المشرکین'' اورتیسری میں ''بریء من المشرکین'' کے الفاظ میں موجود ہے اوردونوں آیات میں ایک ہی حکم ہے۔اب جہاں تک اس حکم کے مخاطب کی بات ہے کہ کیا دونوں آیات میں مخاطب بھی ایک ہے؟ تو اس میں اختلاف ممکن ہے۔لیکن اگر محترم عمار خان ناصر صاحب کی رائے کو ہی مان لیا جائے کہ دونوں آیات میں مخاطب مختلف ہیں تو اس سے ان کے نکتہ نظر کو کوئی تائید نہیں ملتی کیونکہ دونوں آیات میں حکم براءت کا ہے نہ کہ قتال کا۔اورمحل بحث قتال کا حکم ہے۔

تیسری سے متصل بعد چوتھی آیت میں پھر ''معاہد مشرکین'' ہی کا ذکر ہے'ارشاد باری تعالی ہے:

{الا الذین عھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین} ۱۵؎

اورقتال کا حکم اس سے متصل بعد پانچویں آیت میں دیا گیا ہے'ارشاد باری تعالی ہے:

''{فاذاانسلخ الاشھرالحرم فاقتلواالمشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوالھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفوررحیم}۱۶؎

۲۔دنیاوی عذاب کے بارے سنت الٰہی کا بیان

دوسری بات یہ ہے کہ اگرمشرکین عرب سے قتال کو'اتمام حجت'' کے نتیجے میں''دنیاوی عذاب'' قراردیں جیسا کہ محترم غامدی صاحب کا بیان ہے تو''دنیاوی عذاب'' کے باب میں ایک سنت الٰہی تو یہ ہے کہ عذاب اچانک آتا ہے اور جب آتا ہے تو مخاطب قوم کوایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دی جاتی۔ارشادباری تعالیٰ ہے:

{وما اھلکنامن قریۃالا ولھا کتاب معلوم ہ ماتسبق من امۃ اجلھا ومایستاخرون}۱۷۔

''اورجس بھی بستی کوہم ہلاک کرنے کاارادہ کرتے ہیں تواس کاایک مقرروقت ہے۔اورکوئی بھی قوم اپنی ہلاکت کے مقرروقت سے نہ توآگے بڑھتی ہے اورنہ پیچھے رہتی ہے۔''

اس کے برعکس مشرکین عرب کو'اعلان براءت'' کے بعدبھی چارماہ کی مہلت دی گئی۔اگریہ اللہ کاعذاب ہوتاتو''اعلان براءت'' کے ساتھ ہی نازل ہوجاتا جبکہ ارشادباری تعالیٰ ہے:

{فسیحوافی الارض اربعۃ اشھرواعلمواانکم غیرمعجزی اللہ وان اللہ مخزی الکفرین}۱۸۔

''پس تم زمین میں چارمہینوں تک کے لیے چل پھرلواورجان لوکہ تم اللہ کوعاجزکرنے والے نہیں ہو۔اوربے شک اللہ عزوجل کافروں کورسواکرنے والاہے۔''

اورپھر''اعلان براءت'' توبہت بعد کی بات ہے'اس عذاب کوقرآن مجید کی آیت مبارکہ {لقدحق القول علی اکثرھم فھم لایؤمنون} کے اعلان کے فورابعدہی نازل ہوجاناچاہیے تھا۔

اسی طرح اگرمشرکین عرب سے قتال کو'اتمام حجت'' کے نتیجے میں'دنیاوی عذاب'' قراردیں جیسا کہ محترم غامدی صاحب کا بیان ہے تو''دنیاوی عذاب'' کے باب میں دوسری سنت الٰہی یہ ہے کہ عذاب کے نزول کے بعدکسی قسم کاایمان معتبرنہیں رہتاجیسا کہ ارشادباری تعالیٰ ہے:

''{قل یوم الفتح لاینفع الذین کفروا ایمانھم ولاھم ینظرون}۱۹۔

''اے نبی ﷺ!ان سے کہہ دیجیے کہ فیصلے کے دن توکافروں کوان کاایمان کچھ کام نہ آئے گااورنہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے۔''

اس قانون سے صرف ایک قوم کااستثناء ہے اوروہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ہے۔ارشادباری تعالیٰ ہے:

{فلولاکانت قریۃ امنت فنفعھآ ایمانھآ الاقوم یونس لمآ امنوا کشفناعنھم عذاب الخزی فی

الحیوة الدنیاو متعنهم الی حین }۲۰۔
''پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ کسی بستی کو اس کا ایمان لانا فائدہ دیتا سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے اس دنیا میں رسوائی کے عذاب کو دور کر دیا اور انہیں ایک وقت کے لیے فائدہ دیا۔''
اس عذاب کے نزول کے بعد بھی ایمان قبول کیا گیا' ارشاد باری تعالی ہے:
{فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوة فخلوا سبیلهم ان الله غفور رحیم }۲۱۔
پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا رستہ چھوڑ دو۔ یقینا اللہ عزوجل بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

۳۔عذاب الہی اور امان الہی؟

مشرکین سے قتال کے حکم کے فورا بعد مسلمانوں کو کہا گیا:
{وان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلم الله ثم ابلغه مامنه ذلک بانهم قوم لایعلمون }۲۲۔
''اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے امان طلب کرے تو اسے امان دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کی امان کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا حکم جانتے نہیں ہیں۔''
اب اگر {فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم } کے حکم کو عذاب مانیں تو یہ کیسا عذاب ہے کہ جس میں ''اتمام حجت'' کے بعد ''امان الہی'' بھی موجود ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اگر اللہ کا کلام سننے کے بعد ایمان نہ بھی لائے تو کوئی بات نہیں۔ اسے غور وفکر کا موقع دو اور ایسی جگہ پہنچا کر آ ؤ جہاں وہ امن وامان میں رہے۔ محترم غامدی صاحب سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب فرشتے پچھلی قوموں پر اللہ کے عذاب کا کوڑا لے کر نازل ہوتے تھے تو کیا کسی فرد کو اس قسم کی کوئی سہولت دی جاتی تھی۔
اسی طرح اگر ''اتمام حجت'' کا نظریہ یہ درست ہوتا تو اللہ کا کلام سنانے کے کیا معنی؟ اور پھر اللہ عزوجل کے یہ کہنے کے کیا معنی کہ ''یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ کا حکم معلوم نہیں ہے۔'' محترم غامدی صاحب سے یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ کیسی ''اتمام حجت'' ہے کہ جس میں ''اللہ کا کلام'' بھی نہ پہنچا اور ''اللہ کا حکم'' بھی معلوم نہ ہو سکا۔ یہ بھی واضح رہے کہ {وان احد من المشرکین } صیغہ عام ہے یعنی اس

میں عام بات ہو رہی ہے' کسی خاص یا چند افراد کے بارے میں نہیں۔ اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ''اتمام حجت'' کے نظریے کی کوئی شرعی تو کجا عقلی بنیاد بھی موجود نہیں ہے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ پر اتمام حجت کا معنی و مفہوم؟

اگر رسول ﷺ کا جہاد و قتال اللہ کا عذاب تھا تو اس کے جس قدر مستحق مشرکین مکہ تھے' اسی قدر مدینہ کے یہود بھی تھے۔ لیکن قرآن مجید کا بیان اس بارے واضح ہے کہ اس نے مشرکین مکہ کو تو جزیہ کی آپشن نہ دی جبکہ عرب کے یہود کے لیے جزیہ کی آپشن بھی برقرار رکھی گئی حالانکہ ''اتمام حجت'' تو دونوں پر برابر کی سطح کی تھی۔ پس اگر آپ ﷺ کے جہاد و قتال کی وجہ ''اتمام حجت'' تھی تو مشرکین عرب اور یہود عرب دونوں سے برابر کا سلوک ہوتا' صرف مشرکین عرب ہی اس عذاب کے مستحق کیوں ٹھہرے؟ قرآن مجید میں مشرکین کے بارے تو یہ بیان ہے کہ جہاں ملیں' انہیں قتل کرو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فاذاانسلخ الاشهرالحرم فاقتلواالمشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوالهم كل مرصدفان تابواواقاموا الصلوة واتواالزكوة فخلواسبيلهم ان الله غفوررحيم} ۲۳۔

''پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو' جہاں بھی تم انہیں پاؤ۔ اور انہیں پکڑو اور انہیں گھیرو اور ان کے لیے ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں' نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا رستہ چھوڑ دو' بلاشبہ اللہ عزوجل بخشنے والا مہربان ہے۔''

قرآن مجید کا یہ انداز یہود و نصاریٰ سے جہاد و قتال کے حوالہ سے نہیں ہے کہ جہاں بھی ملیں' انہیں قتل کرو اور ان کے لیے ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو بلکہ ان کی اصل سزا ''جلاوطنی'' بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ولولآان كتب الله عليهم الجلآء لعذبهم فى الدنيا ولهم فى الاخرة عذاب النار} ۲۴۔

''اور اگر اللہ نے ان کے بارے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو انہیں لازماً دنیا میں ہی عذاب دیتا۔ اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

{لاخرجن اليهود' والنصارى من جزيرة العرب حتى لاادع الامسلما} ۲۵۔

''میں یہود ونصاری کو جزیرہ نما عرب سے ضرور نکال کر رہوں گا یہاں تک کہ یہاں صرف اور صرف مسلمان ہی باقی رہ جائیں۔''

پس ''قتل'' اور'' جلا وطنی'' دو مختلف سزائیں ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ دونوں سزاؤں کا سبب بھی ایک نہ تھا بلکہ مختلف تھا۔''قتل'' کا سبب ''نقض عہد'' تھا۔یہی وجہ ہے کہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کے ''نقض عہد'' پر بھی ویسی ہی سزا جاری کی گئی جیسی مشرکین مکہ کے بارے میں سورۃ توبہ کے شروع کی آیات میں بیان ہوئی ہے۔پس صحیح بات یہی ہے کہ سورۃ توبہ کے شروع میں جن مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا' وہ مشرکین عرب نہیں بلکہ وہ مشرک قبائل تھے کہ جن سے مسلمانوں کے معاہدے قائم تھے اور انہوں نے وہ معاہدے توڑ دیے تھے۔

۵۔کیا ہر رسول کی قوم پر عذاب نازل ہوا ہے؟

اس حد تک تو یہ بات درست ہے کہ رسول کا انکار کرنے والی اقوام پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا رہا ہے اور یہ ایسا عذاب تھا جو ان اقوام کو صفحہ ہستی سے مٹا کر چھوڑتا تھا۔لیکن اس میں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ قرآن مجید میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ہر رسول کی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوا کہ رسول کے انکار پر اس کی زندگی میں ہی قوم پر عذاب نازل ہوا ہو۔سب سے زیادہ رسول جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں' وہ یہود ہیں۔اور یہود نے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا بلکہ بعض کو تو شہید بھی کر دیا لیکن ان پر اللہ کی طرف سے کوئی عذاب استیصال نازل نہیں ہوا۔عذاب استیصال سے مراد ایسا عذاب ہے جو کسی قوم کی جڑ ہی ختم کر دے۔اللہ عزوجل بنی اسرائیل سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

{افکلما جآء کم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون}۲۶۔

''کیا پس جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا' وہ چیز لے کر جو تمہارے نفسوں کو اچھی نہ لگی' تو تم نے تکبر کیا۔اور رسولوں کی ایک جماعت کو تم نے جھٹلا دیا اور دوسری کو تم قتل کرتے رہے۔''

جناب غامدی صاحب نے بنی اسرائیل یعنی یہود کو'' عذاب استیصال'' سے ایک استثناء قرار دیا حالانکہ رسولوں کی تاریخ کا نصف بلکہ اس سے بھی زائد تو بنی اسرائیل کے رسولوں ہی کی تاریخ پر مشتمل ہے۔اور بنی اسرائیل نے صرف رسولوں کی تکذیب کی اور دہ قومیں کہ جنہوں نے تکذیب کے بعد ان کو قتل بھی کر دیا تو کیا دونوں کا جرم برابر رہا؟ ہرگز نہیں۔پس بنی اسرائیل کا جرم' قوم نوح' قوم عاد' قوم

ثمود، قوم لوط اور قوم شعیب علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہے لیکن ان پر کوئی ''عذاب استیصال'' نازل نہیں ہوا؟ پس تاریخی حقیقت یہی ہے کہ جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا تو ان پر کبھی رسول ہی کی زندگی میں عذاب نازل ہو گیا اور کبھی انہیں مہلت اور ڈھیل دے دی گئی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ذکر تورات اور قرآن مجید دونوں میں ہے لیکن دونوں مصاحف نے ان کی قوم پر کسی عذاب کا ذکر نہیں کیا ہے جبکہ قوم کے لوگوں نے اپنے تیئں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے جیسی گستاخی بھی کر ڈالی۔اس کے برعکس حضرات ابراہیم علیہ السلام کے معاصر اور بھتیجے حضرت لُوط علیہ السلام اور ان کی قوم پر آنے والے عذاب کا ذکر تفصیل سے تورات اور قرآن مجید دونوں میں موجود ہے۔

پس یہی عرض کرنا مقصود ہے کہ یہ کہنا کہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ جب کوئی قوم کسی رسول کا انکار کرتی ہے تو اللہ تعالی رسول ہی کی زندگی میں یا اسی کے ہاتھوں ضرور اس قوم پر عذاب استیصال نازل کرتے ہیں، تو یہ مقدمہ قرآن مجید سے کم از کم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ پس بعض رسولوں کی قوموں پر انکار کے بعد رسولوں ہی کی زندگی میں عذاب نازل ہوا اور بعض پر نہیں ہوا۔اور بعض ایسی بھی تھیں کہ جن میں ایک سے زائد رسول بھیجے گئے اور پہلے یا دوسرے کے انکار پر عذاب نازل نہ ہوا بلکہ ڈھیل دی گئی اور تیسرے رسول کے انکار پر قوم پر عذاب نازل ہو گیا۔ارشاد باری تعالی ہے:

{واضرب لهم مثلا اصحب القرية اذ جآء ها المرسلون ٥ اذ ارسلنا اليهم اثنين فكذبو هما فعززنا بثالث فقالو انآ اليكم مرسلون} ۲۷۔

''اے نبی ﷺ! ان کے سامنے اس بستی کے احوال بیان کریں کہ جن کے پاس رسول آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پس ہم نے ان دونوں کو تیسرے رسول سے تقویت بخشی۔ پس ان تینوں نے کہا: یقینا ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔''

محترم غامدی صاحب اس طرح کے ہر اعتراض کے جواب میں ایک استثناء بیان کر دیتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جتنے استثناء ات انہوں نے ''اتمام حجت'' کے قانون کو ثابت کرنے کے لیے قائم کر دیے ہیں تو ان کی فہرست کو اگر جمع کریں تو معلوم ہوگا کہ ان استثناء ات کے حجم کے سامنے ''اتمام حجت'' خود ایک اچھا خاصا استثناء بن سکتا ہے۔

۶۔رسول کا فریضہ: ''اتمام حجت'' یا ''اقامت حجت''؟

رسول اس دنیا میں اللہ کا پیغام لے کر آتے ہیں اور اللہ کے بندوں پر حجت قائم کرتے ہیں۔اور اس کے لیے مناسب عنوان ''اتمام حجت'' نہیں بلکہ ''اقامت حجت'' ہے۔یہ حجت رسول ﷺ کی بعثت اور دعوت سے ہر اس شخص پر قائم ہوجاتی ہے جس تک رسول ﷺ کی دعوت پہنچ جائے' چاہے ان کے زمانے میں یا چاہے ان کی رحلت کے بعد۔ارشاد باری تعالی ہے:

{رسلامبشرین ومنذرین لئلایکون للناس علی اللہ حجة بعدالرسل وکان اللہ عزیزاحکیما}۲۸۔

''اور ہم نے رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لیے اللہ پر رسولوں کے آنے کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے۔اور اللہ عزوجل غالب حکمت والا ہے۔''

۷۔''اقامت حجت'' کی دو بنیادیں: ''دعوت رسول'' اور بلاغ قرآن''

پس حجت جس طرح رسول کی دعوت سے قائم ہوتی ہے' اسی طرح کتاب اللہ کے پہنچنے سے بھی قائم ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

{واوحی الی هذاالقران لانذرکم به ومن بلغ}۲۹۔

''اور میری یہ قرآن مجید وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تم کو ڈرادوں اور اس کو بھی جس کو یہ قرآن مجید پہنچ جائے۔''

اس آیت مبارکہ میں ''من بلغ'' کا عطف ضمیر منصوب پر ہے اور اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ جس طرح قرآن مجید رسول ﷺ کے اولین مخاطبین کے لیے ان کے حق میں حجت بن رہا تھا' اسی طرح ان لوگوں کے حق میں بھی حجت ہے جن تک یہ قیامت تک پہنچے گا۔

اگر محترم غامدی صاحب کی اصطلاح ''اتمام حجت'' ہی کو لے لیں تو ان سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ <u>اگر اللہ کی کتاب بھی لوگوں کے حق میں ''اتمام حجت'' نہیں بنتی تو اس کے ''میزان'' ہونے کے چہ معنی دارد؟</u> آپ نے اہل اسلام کے حق میں اسے ''فرقان'' تو بنا ہی لیا ہے' اب غیر مسلموں کے لیے بھی تو کم از کم ''میزان'' اور ''حجت قاطعہ'' تو مان ہی لیں۔اور اگر قرآن مجید غیر مسلموں کے حق میں آخرت کی ابدی عذاب کے باب میں ''میزان'' اور ''حجت قاطعہ'' بن سکتا ہے تو دنیاوی سزا کے لیے ''اتمام

حجت'' کیوں نہیں؟ (جاری ہے)

حواشی

۱۔غامدی، جاوید احمد، میزان: ص ۴۸، المورد لاہور، طبع سوم: ۲۰۰۸ء

۲۔میزان: ص ۴۸۔۴۹

۳۔ایضا: ۵۹۹

۴۔ایضا: ۵۹۵

۵۔میزان: ۵۹۹

۶۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۱۲

۷۔ایضا ۹: ۱۳

۸۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۵

۹۔ایضا: ۹: ۱

۱۰۔النیسابوری، مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث ووصیۃ ایاھم ب آداب الغزو وغیرھا: ۱۷۳۱، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۲۰۰۰م

۱۱۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۲۹

۱۲۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۶

۱۳۔ایضا: ۹: ۱

۱۴۔ایضا: ۹: ۳

۱۵۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۴

۱۶۔ایضا: ۹: ۵

۱۷۔سورۃ الحجر: ۱۵: ۴۔۵

۱۸۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۲

۱۹۔سورۃ السجدۃ: ۳۲: ۲۹

۲۰۔سورۃ یونس: ۱۰: ۹۸

۲۱۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۵

۲۲۔ایضا: ۹: ۶

۲۳۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۵

۲۴۔سورۃ الحشر: ۵۹: ۳

۲۵۔صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب اخراج الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب: ۱۷۶۷

۲۶۔سورۃ البقرۃ: ۲: ۸۷

۲۷۔سورۃ یٰس: ۳۶: ۱۳۔۱۴

۲۸۔سورۃ النساء: ۴: ۱۶۵

۲۹۔سورۃ الانعام: ۶: ۱۹

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆